60

رمضان المبارک کے روزے اور ان کی غرض

(فرمودہ ۱۱ اپریل ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت پڑھی

واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون (البقرہ ۱۸۷)

اور پھر فرمایا۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں پچھلے پانچ دنوں سے رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے یہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف جو رمضان سے پہلے نازل ہوتا تھا۔ وہ رمضان کے مہینے میں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا جاتا تھا۔

رمضان کے روزے بظاہر ان عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے۔ جو اپنے اندر قریباً" قریباً" ظاہری اور جسمانی رنگ نہیں رکھتی ہیں۔ حج کو لو۔ اس کے لئے سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ اور حاجیوں کے لئے خاص دعائیں مقرر ہیں۔ جو وہ حج کو جانے اور حج کرنے میں پڑھتے ہیں۔ یہ حج کی ظاہری شکل ہے۔ نماز میں بھی تسبیح و تحمید رکوع سجود قیام قعدہ موجود ہیں۔ اور ان کی موجودگی کی وجہ سے نماز یہ ظاہری رنگ رکھتی ہے پھر جب سے دنیا کا پتہ تاریخ کے ذریعہ چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ صدقہ و زکوٰۃ کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ اور قدیم سے غرباء و مساکین کی امداد کرنے کا طریق چلا آیا ہے۔ یہ بھی اپنے اندر ظاہری رنگ رکھتا ہے۔ کیونکہ محتاجوں کی ضروریات ظاہری طور پر پوری کی جاتی ہیں۔ لیکن روزوں میں کوئی ظاہری بات نہیں۔ بلکہ ان کا اثر انسان کی طبیعت پر پڑتا ہے۔ اور اس اثر کے مخفی ہونے کی وجہ سے بعض لوگ روزوں کو سزا خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا نے روزے بھوکا پیاسا رکھ کر سزا دینے کے لئے مقرر کئے ہیں۔

چونکہ روزوں میں کوئی خاص دعائیں نہیں پڑھی جاتیں کوئی خاص کام نہیں کرایا جاتا۔ اس لئے روزوں کا وقت صبح سے لے کر شام تک کا ان لوگوں کے لئے جو کہ ان کی اصل حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ بڑا مشکل گذرتا ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو بھوکا پیاسا رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے سوا روزہ کی اور کوئی غرض اور فائدہ نہیں ہے۔ ایک معمولی اور روحانیت سے بے بہرہ انسان کا قلب روزے کی حقیقت کو اس سے زیادہ قبول نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر لوگ روزے کو چٹی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں روزہ چٹی نہیں ہے۔ بلکہ روحانیت اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر اس کی ظاہری حیثیت کو ہی لے لیا جائے جو یہ ہے کہ روزہ نام ہے بھوکے اور پیاسے رہنے اور اپنے جلدی کے کاموں میں بلا وجہ اللہ کے حکم سے تاخیر ڈالنے کا۔ تو بھی میں کہتا ہوں کہ روزے خدا کی ایک عظیم الشان عبادت ہیں۔ اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ۔ کیونکہ روزے کا اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو کیا یہ فائدہ کم ہے کہ روزہ رکھنے والا خدا تعالیٰ کے لئے بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔ اور خدا کے لئے اور اس کے حکم کی تعمیل میں بھوکا پیاسا رہنا ہی بڑی عبادت ہے۔

لیکن روزہ اپنے اندر بڑی بڑی حکمتیں رکھتا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ روزے کے ذریعے انسان اپنے جسم کو اس امر کی عادت ڈالتا ہے کہ اگر اس کو کسی وقت خدا تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے کا حکم ہو تو۔ بلا تامل بھوک اور پیاس کی تکلیف کی پروا نہ کرتے ہوئے نکل کھڑا ہو اور خدا کے حکم کو بسروچشم بجالائے اس کی مثال بعینہٖ یہ ہے کہ جیسے ایک سپاہی کو تیز رو گھوڑے پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے راستہ میں کئی ایک کھائیاں کھود دی جاتی ہیں اور اس کو کہا جاتا ہے کہ گھوڑا دوڑا کر ان کھائیوں کو عبور کرو۔ وہ جانتا ہے کہ میری جان کسی دشمن کی وجہ سے خطرے میں نہیں کہ مجھے بھاگنا چاہیئے۔ وہ جانتا ہے کہ حکومت کو بھی اس وقت کسی بیرونی دشمن کے حملہ کا ڈر نہیں۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے۔ پھر وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ اور ان گہری کھائیوں کو عبور کرتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ اس طرح اس کو مشق کرائی جاتی ہے۔ تاکہ اس وقت جب کہ اس کے ملک پر کوئی بیرونی دشمن حملہ کرے یا اس کے ملک کو کسی دوسرے ملک پر حملہ کرنا پڑے تو وہ بہادری اور ہمت سے کام کر سکے۔ اگر اس کو اس بات کی شروع سے مشق نہ کرائی ہو گی۔ یعنی اس سے بڑی بڑی کھائیاں عبور نہ کروائی ہوں گی۔ تکلیف اور مشقت برداشت کرنے کا عادی نہ بنایا ہو گا۔ تو وہ ضرور ضرورت کے وقت بھاگ جائے گا۔ اور اگر بھاگے گا نہیں۔ تو کوئی

کارنامہ نہ دکھا سکے گا۔ کوئی سنجیدہ اور عقلمند انسان اس بات پر اعتراض نہیں کرتا اور نہیں کہتا کہ سپاہیوں سے کلرکوں کا کام لینا چاہئے یا کسی اور کام پر لگانا چاہئے۔ بے فائدہ ان سے محنت و مشقت کیوں کرائی جاتی اور کیوں ان پر روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بیوقوف یہ کہے۔ تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ سپاہی خطرے کے مقابلہ کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ ان کو دلیر اور جری بنایا جاتا ہے۔ انہیں تکلیف اور مشقت اٹھانے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ تاکہ آڑے وقت دشمن کا مقابلہ بہادری سے کر سکیں۔ اور عین لڑائی کے وقت پیٹھ نہ دکھائیں۔ اسی طرح روزوں کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف برداشت کرنے کی مشق کرے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جو شخص بلا وجہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ وہ اگر حقیقی وجہ خطرے کی پیدا ہو جائے تو ضرور اپنی جان کو خطرے میں ڈال دے گا۔ اور اس سے ہرگز دریغ نہ کرے گا۔ پس اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ روزہ صرف بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام ہے اور اس میں یہ تکلیفیں انسان کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ تو یہ بطور مشق کے ہیں۔ اور یہ تھوڑے عرصہ کے لئے ہوتی ہیں۔ بہ نسبت اس تکلیف کے جبکہ مسلمانوں کو کسی بیرونی دشمن کی وجہ سے بھوکا پیاسا رہنا پڑے۔ اگر وہ اس کے عادی نہ ہوں گے تو گھبرا جائیں گے۔ پس جس طرح ایک سپاہی جس کو لڑائی کی پریکٹس نہ کرائی جائے اور لڑائی کے لئے ٹرینڈ نہ کیا جائے وہ لڑائی کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کو روزوں کے ذریعے بھوکا اور پیاسا رہنے کی مشق نہ کرائی جائے۔ تو وہ بھی گھبرا جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ سپاہی تو اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کی اس لئے مشق کرتا ہے کہ اس کی حکومت کو دشمنوں کا خطرہ ہوتا ہے لیکن ایک مسلمان کے لئے کون سا خطرہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے وہ اپنی جان کو تکلیف میں ڈالے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اسلام کی حفاظت کے لئے روزے کے ذریعہ پریکٹس کرائی جاتی ہے۔

پس روزہ اسلام کے فرضوں میں سے ایک اہم فرض ہے اور اس فرض کے پورا کرنے کے لئے ہمیں بچوں کو بھی شروع سے تیار کرنا چاہیئے تاکہ وہ بڑے ہو کر روزہ رکھنے سے دل نہ چرائیں۔ بعض بچے جن کو روزے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں ہم بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں وہ بڑے ہو کر روزے نہیں رکھتے۔ لیکن وہ جو روزے کی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں کبھی ایسا نہیں کرتے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ جو روزہ نہیں رکھتے۔ یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ چونکہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ہم روزہ نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کی مثال بعینہٖ

اس طرح ہے جیسے کوئی زخمی کہے کہ میں ڈاکٹر سے اپریشن اس لئے نہیں کراتا کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے یا جس کو بخار ہو وہ کہے میں کونین اس لئے نہیں کھاتا کہ کڑوی ہے۔ حالانکہ اپریشن کی تکلیف ہی زخم سے گندہ مواد کو خارج کرتی اور کونین کی کڑواہٹ ہی ملیریا کے کیڑوں کو مارتی ہے پس جبکہ روزہ ہے ہی اس لئے کہ تمہارے جسموں کو اس بات کے لئے تیار کیا جائے کہ تم ان تکالیف کو برداشت کر سکو۔ جو کبھی خدا کے راستہ میں تمہیں برداشت کرنی پڑیں تو پھر یہ کہنا کس قدر نادانی ہے کہ ہم اس لئے روزہ نہیں رکھ سکتے کہ تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اب تم اس قدر بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ جب کبھی اسلام کے لئے کوئی بڑی تکلیف اٹھانے کا موقع آئے۔ اس وقت تم اٹھا سکو گے۔ اگر اس طرح اپنے آپ کو عادی نہ بناؤ گے تو ضرورت کے وقت قطعاً کام نہ آسکو گے۔

دیکھو کسی بات کے عادی نہ ہونے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اب اگر کسی کو تھوڑے سے فاصلہ پر بھیجا جاتا ہے۔ تو وہ ٹمٹم تلاش کرنے لگ جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس وقت اس لئے نہیں جا سکا کہ کوئی ٹم ٹم نہیں ملی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت صحابہ ساٹھ ساٹھ میل کا سفر پیدل کرتے تھے۔ اس وجہ سے میں یہ نہیں کہتا کہ ان میں زیادہ اخلاص تھا اور تم میں کم ہے اور نہ میں نے اخلاص کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ بات کہی ہے۔ بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم چونکہ پیدل سفر کرنے کے عادی نہیں ہو۔ اس لئے نہیں کر سکتے اور وہ چونکہ عادی تھے۔ اس لئے لمبے لمبے سفر پیدل کیا کرتے تھے۔ یہی حالت سب کاموں میں ہوتی ہے۔ جو آدمی بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوتا۔ اس کو اگر کہیں فاقہ آ جائے تو گھبرا جاتا ہے۔ اکثر دفعہ جب میں باہر جاتا ہوں جس کی غرض بالعموم یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو قابل مشقت بنایا جائے تو کچھ ایسے لوگ میرے ساتھ جاتے ہیں جو سفری تکالیف کے عادی نہیں ہوتے جنہیں گھر کی طرح آرام نہیں ملتا۔ وہ گھبرا جاتے ہیں۔ اور عادی نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ ہاں جو میرے ساتھ سفر میں رہ چکے ہوں۔ وہ کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہیں کرتے۔ پس رمضان ہم کو عادی بناتا ہے ایک اہم امر کے لئے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی موقعہ ایسا آ جائے کہ دین کے لئے بھوکا رہنا پڑے۔ تو ہم چھ چھ ماہ تک بھی بھوکے رہ سکیں۔ لیکن جو عادی نہیں ہوتے۔ وہ گھبرا جاتے ہیں۔ دیکھو جو لوگ بچپن میں نماز کے عادی نہیں ہوتے۔ وہ بڑے ہو کر نماز کے نام سے بھاگتے ہیں اور اگر نماز پڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو اس عمدگی سے ادا نہیں کر سکتے۔ جس طرح بچپن سے پڑھنے والے

ادا کر سکتے ہیں میرے لڑکے ناصر احمد کی طرف ایک انگریز کا خط امریکہ سے آیا ہے وہ لکھتا ہے کہ میں نے تمہاری نماز پڑھنے کی تصویر نماز کی کتاب میں دیکھی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ تم تشہد میں کس طرح بیٹھ سکتے ہو۔ میں باوجود بہت کوشش کرنے کے نہیں بیٹھ سکتا اب یہ نہیں کہ اس انگریز میں اخلاص کم ہے۔ اس لئے اس سے بیٹھا نہیں جا سکتا۔ اس نے تو اپنے اخلاص کا یہاں تک ثبوت دیا کہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ نہ اپنی حکومت کی پروا کی ملک اور نہ دوسرے تعلقات کی بات یہ ہے کہ چونکہ اسے تشہد میں بیٹھنے کی عادت نہیں اس لئے نہیں بیٹھ سکتا لیکن ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے گھنٹوں ہمارے ساتھ تشہد میں بیٹھے رہتے ہیں۔ کیا اس انگریز سے بچے اخلاص میں زیادہ ہوتے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ عادی ہوتے ہیں اور وہ عادی نہیں۔ تو عادت انسان کو مشکل کاموں کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ اسلام انسان کو قربانی کے لئے تیار کرتا ہے اور روزوں کی ایک غرض یہ بھی ہے۔

پھر رمضان کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے بہت لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ کہا ہے کہ رمضان میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں لیکن ہماری دعائیں تو نہیں سنی جاتیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنی دعاؤں میں وہ اخلاص پیدا نہیں کرتے جو قبولیت دعا کے لئے شرط ہے اور جسمانی تغیر کے ساتھ وہ روحانی تغیر نہیں کرتے جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اور روح اور جسم کا ایسا تعلق ہے کہ ایک پر دوسرے کا اثر پڑتا ہے۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زیور پہننے یا ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو جسم میں آسائش اور آرام طلبی کا مادہ پیدا کرتی ہیں۔ اور اس کا اثر روح پر پڑتا ہے۔

پھر روزوں کے ایام میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ جو لوگ رمضان سے پہلے تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکتے وہ بھی رمضان میں چونکہ سحری کھانے کے لئے اٹھتے ہیں۔ اس لئے انہیں تہجد پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بچے بھی روزہ رکھنے کی خوشی میں اٹھ کر دو رکعتیں ہی تہجد کی پڑھ لیتے ہیں رمضان کے علاوہ وہی لوگ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں جنہیں تہجد پڑھنے میں لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے لیکن رمضان میں بڑے چھوٹے سب کو تہجد کا موقعہ مل جاتا ہے۔ پس رمضان ایک بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس میں تہجد کا موقعہ اور دعاؤں کا خاص وقت عام لوگوں کو ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رمضان کے مہینے میں بندوں کی

دعاؤں کو سننے کے لئے سماء الدنیا پر آ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے اے میرے بندو دعا مانگو' میں سنتا ہوں
خدا کے سماء الدنیا پر آنے سے مراد یہ نہیں کہ نعوذ باللہ خدا مجسم ہے اور وہ قریب آ جاتا ہے بلکہ یہ
ہے کہ اخلاص کے لحاظ سے کمزور اور کم طاقت رکھنے والی دعا کو بھی سنتا ہے۔ دعا میں جس قدر
اخلاص ہو گا اسی قدر اس میں زیادہ قوت ہو گی اور وہ زیادہ بلندی تک جا سکے گی۔ اور جتنی کمزور ہو
گی۔ اتنی نیچی رہے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ رمضان میں وہ
دعائیں جو زیادہ بلندی پر جانے کے قابل نہیں ہوتیں وہ بھی خدا تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

دعا مومن کا تیر ہے۔ جسے وہ چلاتا ہے لکھا ہے کہ کوئی بزرگ تھے۔ جن کے مکان کے قریب
بادشاہ کے وزیر کا مکان تھا۔ اس کے ہاں ساری رات گانا بجانا اور ناچ ہوتا رہتا تھا۔ جس سے
ہمسائیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ چونکہ وہ بادشاہ کا درباری تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس کو روکنے کی
جرأت نہ کرتا تھا۔ ایک دن اس بزرگ نے جا کر اس کو کہا کہ آپ کے اس طرز عمل سے ہمسائیوں
کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے کہا میں تمہاری نیند کے لئے اپنے عیش کو نہیں چھوڑ سکتا جاؤ
پولیس میں رپورٹ کرو اس بزرگ نے کہا بہتر ہے کہ تم باز آ جاؤ ورنہ میں سہام اللیل یعنی رات کے
تیروں سے مدد چاہوں گا۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں؟ بزرگ نے کہا کہ وہ رات کی دعائیں ہیں یہ
فقرہ ایسے جوش اور اخلاص سے کہا گیا تھا کہ وہ شخص کانپ گیا اور اس نے توبہ کی کہ میں آئندہ شور و شر
نہیں کروں گا۔ آپ سہام اللیل نہ چلائیں۔ تو دعا ایک تیر ہے اور تیر جس قدر زور سے چلایا
جائے۔ اتنا ہی دور جاتا ہے۔ اور اگر آہستہ چھوڑا جائے تو دور نہیں جاتا۔ قریب ہی گر جاتا ہے۔ وہ
دعا جو پختہ ایمان والے مومن کی ہو گی۔ وہ چونکہ جوش خشوع اور خضوع سے کی جائے گی۔ اس لئے
وہ اس زور والے تیر کی طرح ہو گی جو بوجہ اپنی تیزی اور زور کے دور تک پہنچتا ہے ایسی دعا عرش تک
پہنچ جائے گی اور وہ دعا جو کمزور ایمان والے کی ہو گی۔ اس تیر کی طرح ہو گی۔ جو قریب ہی گر جاتا ہے
اور یہ دعا سماء الدنیا تک پہنچے گی لیکن رمضان میں یہ بھی قبول ہو جائے گی۔ سات آسمانوں سے مراد
سات درجے ہیں۔ جس جس درجہ کی کوئی دعا ہوتی ہے۔ اس اس درجہ کے آسمان پر سنی جاتی ہے۔

تو دعاؤں کی قسمیں بھی سات ہیں۔ وہ کمزور ایمان والے لوگ جو اتنی ایمانی طاقت نہیں رکھتے
کہ ان کی دعا عرش تک پہنچے۔ وہ جب رات کے پچھلے پہر دعا کرتے ہیں تو خدا اسی کو قبول کر لیتا
ہے۔ یہ مطلب ہے۔ خدا کے نچلے آسمان پر ہونے کا اور عرش پر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ بہت
اوپر جانے والی دعا کو خدا سنتا ہے اور وہ تیر جو زور سے جاتا ہے۔ اس کو قبول کرتا ہے۔ ورنہ خدا تو

حبل الورید سے بھی زیادہ قریب ہے۔

وہ لوگ جو دعاؤں کے عادی ہیں اور قبولیت دعا کا مزا پاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ دعاؤں کے لئے پچھلے پہر کا وقت کیسا اچھا وقت ہے۔ اور اس میں کیسی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اگر دوسرے لوگوں کو اس لذت کا ایک ذرہ بھی کسی طرح چکھایا جا سکتا تو بھی رات کے سونے اور آرام کرنے کو اس لذت کے حاصل کرنے پر قربان کر دیتے بعض نادان رمضان کے روزوں کے متعلق کہتے ہیں کہ سحری کو اٹھنے اور دن بھر بھوکے اور پیاسے رہنے کی کیا ضرورت ہے اس میں اس قدر ترمیم کر دینی چاہیئے کہ پیٹ بھر کے نہ کھایا جائے تھوڑا بہت ناشتہ کر لیا مثلاً چائے پی لی یا پھل کھا لیا اور بابی کہتے ہیں کہ دن چڑھے سے روزہ رکھنا چاہیئے۔ لیکن ایسے روزہ کی مثال بعینہٖ یہ ہے کہ ایک شخص کا ناک کان کاٹ دیئے جائیں۔ آنکھیں نکال دی جائیں اور پھر کہا جائے کہ یہ انسان ہے۔

روزہ کی جان اور روح چونکہ سحری کا وقت اور تہجد کا پڑھنا ہے۔ اس لئے دن چڑھے کھانا کھا کر روزہ رکھنے سے ایسا ہی روزہ ہو گا۔ جو بے جان ہو گا۔ اور جس میں روح نہیں ہو گی۔ سحری کا وقت وہ وقت ہے۔ جب کہ خدا تعالیٰ سماء الدنیا پر آ جاتا ہے۔ پس اگر روزہ کی یہ روح نکال لی جائے۔ تو اس کے لاشہ سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے اگر سحری کے وقت انسان نہ اٹھے اور تہجد نہ پڑھے تو بھوکا اور پیاسا رہنے سے کیا فائدہ۔ روح کے بغیر جسم ایک مردار شے ہے۔ اور مردار چیز سے سوائے بدبو اور تعفن کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بیٹا اپنے باپ کی لاش کو عزیز اپنے دوست کی لاش کو۔ روح کے جسم سے جدا ہونے پر دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس لاش کا رکھنا مفید نہیں بلکہ سخت مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مردہ روزہ کا رکھنا جس میں روح نہ ہو نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔ بلکہ الٹا نقصان پہنچائے گا کیونکہ رکھنے والا اس سے مدارج کی ترقی سمجھے گا حالانکہ وہ اور زیادہ گر رہا ہو گا۔ اصل روحانی ترقی اسی روزہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس میں روح ہو۔ اور روح اسی روزہ میں ہے۔ جو اسلام نے بتایا ہے۔ جو لوگ روزہ میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں وہ تہجد کی لذت سے ناواقف ہیں۔ روزہ میں ترمیم کرنا کیا نئی شریعت بنا لینا بھی آسان ہے۔ لیکن نئی حقیقت پیدا کرنا مشکل ہے۔ تصویر بنا لینی آسان ہے۔ لیکن تصویر میں جان نہیں ڈالی جا سکتی۔ اسی طرح روزے بنائے جا سکتے ہیں۔ اور بیسوں قسم کے بنائے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان میں وہ روح نہیں پیدا کی جا سکتی۔ جو خدا نے رکھی ہے۔ اس روح اور جان کو نہیں جانتے۔ جو خدا نے رمضان میں رکھی ہے۔

میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر وہ لذت اور سرور جو ایک دفعہ کی تہجد کی نماز میں

حاصل ہوتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ ہی بہاء اللہ کو مل جاتا تو وہ ہرگز نیا روزہ نہ بناتا۔ وہ لذت اور سرور ایسا ہوتا ہے کہ انسان نہیں چاہتا کہ میں ساری رات بستر پر لیٹا رہوں۔ اور اس لذت سے محروم رہوں وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنی نیند اور آرام قربان کر دے گا حتیٰ کہ مرنا قبول کر لے گا۔ لیکن اس لذت کے حاصل کرنے سے باز نہیں رہے گا۔ ایسے روزے میں تبدیلی کرنا اپنے آپ کو روحانیت سے بیگانہ ثابت کرنا ہے۔

روزہ کی یہی روح اور یہی جان ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ کا بدلہ خدا ہوتا ہے۔ اور یہی خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **و اذا سألک عبادی عنی** جب میرے بندے سوال کریں کہ ہم نے روزے رکھے۔ اور ہم بھوکے پیاسے رہے۔ اب بتاؤ خدا کہاں ہے۔ تو ان کو کہدو **فانی قریب** کہ وہ تمہارے روزے رکھنے اور تہجد پڑھنے کی وجہ سے تمہارے قریب ہو چکا ہے اور قریب کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ فرمائی ہے۔ کہ وہ رمضان میں **سماء الدنیا** پر آ جاتا ہے پس ان دنوں وہ تمہارے قریب آگیا۔ تاکہ تمہاری عرض جلدی سنے۔ جب چاہو۔ تم اس سے ملاقات کر سکتے ہو۔ آگے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس سے کس طرح ملاقات کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص موجود ہے۔ لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ نہیں سکتا۔ تو وہ آواز دیتا ہے کہ تم کدھر ہو۔ اس پر وہ جواب دیتا ہے کہ میں یہاں ہوں۔ اسی طرح جب تم خدا تعالیٰ کو پکارو گے اور کہو گے کہ کہاں ہے۔ تو **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کروں گا۔ اور جواب دوں گا کہ میں تمہارے روزے رکھنے کی وجہ سے قریب ہی ہوں۔ دیکھو اگر تمہارا ایک عزیز بٹالہ بیٹھا ہو۔ تو تم یہاں سے اسے آواز نہیں دو گے۔ لیکن اگر تمہارا ایک دوست اندھیرے میں بیٹھا ہو۔ لیکن تمہیں پتہ نہ ہو کہاں ہے۔ تو تم اسے آواز دو گے۔ اسی طرح رمضان چونکہ خدا تعالیٰ کو قریب کر دیتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اب مجھے پکارو۔ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کروں گا۔

نادان کہتے ہیں۔ ہماری دعائیں سنی نہیں جاتیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مجھے تلاش کرتے ہیں۔ اور میری جستجو میں سرگردان اور پریشان رہتے ہیں۔ قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ وہ ہم کو ضرور پا لیتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ **و الذین جھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** (العنکبوت ۷۰) جو مجھے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں انہیں ضرور مل جاتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو سچے دل سے ہماری صداقت کی تلاش کرے گا۔ وہ ضرور پا لے گا۔ پس جب انسان کی پیدائش کی غرض خدا کو ملنا ہے۔ تو جب وہ اس کے لئے کوشش کرے گا۔ ضرور اس کو مل جائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب بندہ مجھے پکارے گا۔ تو میں بھی اسے آواز دوں گا لیکن ملاقات کی شرط یہ ہے کہ بندہ میری اس آواز کی اتباع کرے اور اس کے پیچھے چلے۔ تاکہ مجھ تک پہنچ سکے۔ بعض دفعہ انسان آواز تو سنتا ہے۔ لیکن اس کے پیچھے نہیں چلتا۔ اس لئے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے فرمایا۔ آواز کی اتباع کرنا ملاقات کے لئے ضروری ہے۔

آگے فرمایا۔ **فلیو منو ابی لعلھم یر شدو ن** اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کو مانتا ہو۔ کیونکہ خدا کو پہلے مانے گا تبھی پکارے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ اسے یقین اور توکل ہو کہ میں خدا تک ضرور پہنچ جاؤں گا رشد کے دو معنے ہیں۔ ایک استقامت (یعنی نہ گرنے والا مقام) دوم ہدایت جب وہ نہ گرنے والے مقام پر پہنچ جائے گا۔ تو اگر اس وقت تمام لوگ بھی مخالف ہو جائیں۔ اور سب دکھ دیں۔ تب بھی اس کا قدم متزلزل نہ ہو گا۔ اور دنیا کی حکومتیں بھی اس کو اس کی جگہ سے ہلا نہ سکیں گی۔ وہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ فلاں نے میری مدد نہیں کی۔ یا فلاں مشکل پیش آئی۔ اس لئے میرا قدم لڑکھڑا گیا۔ بلکہ ہر قسم کے شدائد کے وقت ثابت قدم رہے گا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے تم کو رمضان میں دی ہے۔ تم کہتے ہو کہ لباس پہننے کے لئے چاہیئے۔ روٹی بھوک دور کرنے کے لئے چاہیئے۔ مال خرچ کرنے کے لئے چاہیئے۔ اسی طرح اور بہت کچھ چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ تمہارا مقصد اس خدا کو ملنا ہو۔ جس نے یہ سب چیزیں پیدا کی ہیں۔ اگر وہ مل جائے۔ تو پھر سب کچھ مل گیا۔ کون نادان ہے جو چشمے کے بدلے ایک گلاس پانی لینے پر راضی ہو جائے گا اور خزانے کے بدلے چند روپے لینے پسند کرے گا۔ پس جب ہر ایک چیز کا چشمہ اور خزانہ خدا تعالیٰ ہے تو کون کم عقل ہو گا۔ جو دنیاوی عہدوں اور عزتوں کو خدا اور اس کے رسول کے بدلے لے گا۔ پس رمضان کے بدلے خدا ملتا ہے۔ تم لوگ خدا کو پانے کی کوشش کرو۔ اور وہ اسی طرح کہ اس وقت جب کہ خدا قریب ہوتا ہے۔ اسے پکارو۔ اور اس کی آواز کی اتباع کرو اور یقین اور توکل رکھو کہ ضرور خدا کو پا لو گے۔ ایسا شخص کبھی بھی ناکام نہ ہو گا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسے خدا نہیں ملا۔ اسے ہم کہیں گے۔ اس نے ڈھونڈنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ خدا اپنے قسمی وعدے کو جھوٹا نہیں کر سکتا۔ یہی ماننا پڑے گا کہ اس شخص کے کوشش کرنے میں کمی رہی۔

مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگ رمضان میں خدا تعالیٰ کو پانے کی اس طرح کوشش نہیں کرتے جس طرح کرنی چاہیئے اور وہ دعاؤں میں نہیں لگ جاتے ورنہ لاکھوں احمدی غوث اور قطب ہو جاتے۔ تم میں سے بہتوں نے ابھی تک وہ رنگ اختیار نہیں کیا۔ جو خدا تعالیٰ کو پانے والوں کے لئے اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور نہ اس یقین کو تم نے اپنے دل میں پیدا کیا ہے۔ جس سے خدا کی محبت جوش میں آتی ہے اگر تم ایسا رنگ اور ایسا یقین پیدا کر لیتے۔ تو یقیناً تم روحانیت کے بہت اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتے۔ اور خدا کے جلال کی بتی جلتی ہوئی دیکھتے۔ افسوس کہ تم نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ جو تمہارے لئے کھولی گئی اور اس برکت کو حاصل نہ کیا۔ جو تمہیں مل سکتی ہے۔ ورنہ اس وقت تک کئی تم میں سے اولیاء اور اقطاب ہوتے۔ میں سمجھتا ہوں۔ آپ لوگ ابھی سوتے ہیں اور تمہیں معلوم نہیں۔ کہ انعام پانے کی کتنی راہیں تمہارے لئے کھل چکی ہیں۔ اور کتنے ترقی کے سامان تمہارے لے پیدا ہو چکے ہیں۔ تم میں سے بعض صداقت مسیح موعود کے مسئلہ کے دلائل معلوم ہو جانے پر خوش ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ ہمیں مسیح موعود کی صداقت پر انشراح صدر ہو گیا۔ تم میں سے بعض یہی کافی سمجھ لیتے ہیں کہ وفات مسیح کا مسئلہ حل ہو گیا اور کوئی اس میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم میں سے بعض اسی پر پھولے نہیں سماتے کہ ان کی دعائیں بعض دنیاوی امور میں قبول ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ سب اشارے ہیں خدا تعالیٰ کو ملنے کے لئے۔ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف راہ نمائی ہوتی ہے۔ یہ انسانی مقصد نہیں۔ پھر وہ وقت کب آئے گا جب تم آواز سے خدا کو پکارو گے۔ اور وہ کہے گا۔ میں تمہارے ملنے کے لئے قریب ہی ہوں۔ چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف بڑھو۔ تاکہ وہ بھی تمہاری طرف بڑھے۔ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ ادھر سے بندہ بڑھے اور ادھر سے خدا تعالیٰ بڑھے۔ خدا تعالیٰ بندہ کی نسبت بہت زیادہ اس کی طرف بڑھتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ پہلے بڑھے۔ کیونکہ خدا کہتا ہے۔ میرا جلال اور میری عظمت مطالبہ کرتی ہے کہ تم پہلے میری طرف بڑھو۔ اس کے بعد میری شفقت و محبت اور تمہاری کمزوری مطالبہ کرتی ہے کہ میں بھی آؤں۔ پس تو ایک قدم آ۔ تو میں دو قدم آگے بڑھوں گا۔ اور تو چل کر آ۔ تو میں دوڑ کر آؤں گا۔

پس ہماری جماعت کو چاہئے۔ رمضان کی قدر کرے۔ اور جان لے کہ دعا ایک آسمانی حربہ ہے۔ تمہاری یہ دعا ہونی چاہئے کہ خدا کے عاشق بن جاؤ۔ اور خدا سے خدا ہی کو مانگو یہی تمہارا اصل مقصد ہو۔ یوں تو تمام چیزیں خدا ہی سے مانگی جاتی ہیں جیسے کہ حدیث میں ہے کہ تسمہ جوتی کا

ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگ۔ لیکن مانگنے میں تمہارا سب سے بڑا مقصد خدا کا مانگنا ہو۔ اور اس کی ملاقات ہو۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ انبیاء خدا کے صور ہیں۔ ان کی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ ان کی دعائیں بھی خصوصیت سے سنی جاتی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ان سے دعائیں کرانی چاہئیں۔ کیونکہ یہی تمہارا سب سے بڑا مقصد ہے ابھی تھوڑے دن ہوئے۔ مجھے بتایا گیا کہ ایک آدمی نے کسی سے کہا۔ خلیفہ کو دعا کے لئے لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ جس جگہ خلیفہ بیٹھا ہے۔ وہ خدا کے فرستادہ کی جگہ ہے پھر یہ وہ مقام ہے۔ جہاں کئی لوگ خدا کے مقرب ہیں اور اسی کی آواز کو سننے والے ہیں۔ اور یہاں کی اینٹ اینٹ خدا کے مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مارٹن کلارک کے مقدمہ کے وقت مجھے بھی دعا کے لئے کہا تھا۔ میری عمر اس وقت دس سال کے قریب ہو گی۔ مجھے دعا کے لئے کہنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ میرے اندر بہت اخلاص تھا۔ وہ تو بچپن کی عمر تھی۔ بلکہ اس لئے کہا تھا کہ خدا چھوٹے بڑے نیک و بد سب کی دعا سنتا ہے لیکن جب دس سال کے محمود کو خدا کا نبی دعا کے لئے کہتا ہے۔ تو کون ہے کہ ۳۵ سال کے محمود کو دعا کے لئے لکھنے سے منع کرنا جائز سمجھتا ہو۔ جو کوئی یہ خیال رکھتا ہو اس کی یہ نابینائی ہے کوتہ نظری ہے اور اندھا پن ہے جس کا علاج کرانا چاہیئے۔ اور وہ علاج یہی ہے کہ تم خدا کے حصول کے لئے خود بھی دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اور جو خدا کے مقرب ہیں۔ ان سے بھی دعائیں کراؤ۔ اور تمہاری اصل دعا ایک ہی ہو کہ اے خدا ہم تجھے ملنا چاہتے ہیں۔ تو کہاں ہے۔ اور اس دعا کو ختم نہ کرو۔ جب تک کہ یرشدون نہ سن لو تم سنتے ہو کہ پیچھے قطب اور ولی گذرے ہیں۔ لیکن اگر تم اس نصیحت پر عمل کرو گے تو یقیناً تمہارے بچے اور عورتیں بھی قطب اور ولی ہو جائیں گی

(الفضل ۲۲۔ اپریل ۱۹۲۴ء)

۱۔ بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبیؐ یکون فی رمضان
۲۔ مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال خاتم الذھب والحریر علی الرجل
۳۔ ترمذی و ابن ماجہ بروایت مشکوۃ کتاب الصوم باب قیام شھر رمضان
۴۔ بخاری کتاب الصوم باب انی صائم اذا شتم